نیکی اور بدی

خُرّم مُرادؔ

منشورات
00096 / 8

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ:

قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَم يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَأِنْ هَمَّ بِهَا وَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشَرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَأِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَاحِدَةً"

[رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: ٦٤٩١]

باسمہ

زندگی میں ہم جتنے بھی کام کرتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں: نیکی یا برائی۔ نیکی ہم اس لیے کرتے ہیں کہ اس پر ہم اپنے اللہ سے اَجر کی اُمید رکھتے ہیں اور برائی سے ہم اس لیے بچنا چاہتے ہیں کہ اس پر ہم کو اللہ کے عذاب کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ دین آسان ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کے بدلے کا قانون بھی بڑا آسان اور سراسر رحمت کا قانون رکھا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بخاری، مسلم اور حدیث کی دیگر ساری کتابوں میں ہے۔ اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور انھی الفاظ میں یہ بخاری میں ہے۔ یہ ان احادیث میں سے ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، یعنی حدیث کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کی بات ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا ہے۔ حدیث کی یہ قسم جس میں نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات یا اللہ تعالیٰ کے کسی کام کا ذکر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا، یا وہ یہ کہتا ہے، یا اس نے یہ کیا اور یہ وہ کرتا ہے، حدیثِ قُدسی کہلاتی ہے۔ ایسی احادیثِ قُدسی کو محدّثین نے الگ سے بیان بھی کیا ہے اور مجموعے بھی تیار کیے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چالیس احادیثِ قُدسی جمع کی ہیں۔ یہ حدیث بھی حدیثِ قُدسی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ لیا۔ پھر اس لکھنے کے عمل کی وضاحت یوں فرمائی کہ جس نے نیکی کرنے کا

ارادہ کیا ہے اور پھر اس کو نہیں کیا، تو اللہ نے اس کو اپنے پاس سے مکمل نیکی کے برابر لکھ لیا۔ اگر کسی نے نیکی کا ارادہ کیا، اور پھر اس کو کرلیا، تو اللہ عز وجل نے اس کو اپنے پاس دس نیکیوں کے برابر لکھا، دس سے سات سو گنا تک لکھا بلکہ اس سے بھی اور بہت زیادہ بڑھایا۔ اور اگر اس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو نہیں کیا تو اللہ نے اس کو اپنے پاس ایک نیکی کے برابر لکھ لیا، اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا ہے اور وہ کر بھی بیٹھا، تو اللہ نے اس کو ایک برائی کے برابر لکھ لیا۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کے علاوہ سارے ہی محدّثین نے روایت کی ہے۔ یہ دین کی بڑی بنیادی تعلیمات پر مبنی ہے۔ دوسری روایت میں یہی الفاظ ہیں لیکن تھوڑا بہت فرق ہے، مثلاً اس میں ھَمّ کا لفظ ہے۔ یہ عربی زبان میں کسی کام کا پکا ارادہ کرلینا اور پھر اس کے کرنے کی فکر میں لگے رہنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بعض روایات میں تحدث کا لفظ ہے کہ خیال آ گیا، اس کو کرلیا۔ بعض احادیث میں ایسے الفاظ ہیں جن سے بہت سارے معنوں پر روشنی پڑتی ہے، مثلاً ایک حدیث میں جسے کئی محدّثین نے روایت کیا ہے، یہ ہے کہ بندہ جب ارادہ کرتا ہے کہ وہ کوئی نیکی کرے تو اللہ فرماتا ہے کہ جب تک وہ اس کو نہ کرے میں اس کو نیکی کے طور پر لکھ لیتا ہوں۔ کرلے تو دس گنا یا اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں۔ جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے، تو جب تک وہ نہ کرے تو میں اس ارادے کو معاف کرتا رہتا ہوں۔ جب وہ اس کو کرلیتا ہے تو اس کو برابر لکھتا ہوں۔ فرشتے کسی بندے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ یہ تو برائی کا ارادہ کیے ہوئے ہے، برائی کرنا چاہ رہا ہے۔ اس پر حدیث کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے، وہ دیکھ رہا ہے، اس کو معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر نگاہ رکھو اور اگر یہ کرلے تو اس کے بعد لکھ لو اور اگر یہ اس کو میری جزا کی اُمید میں اور میرے خوف سے چھوڑ دے تو پھر اس کو نہ لکھو، بلکہ نیکی کے طور پر لکھو۔ آپ دیکھیں کہ جس نے اللہ کے خوف سے یا اللہ سے اَجر کی اُمید میں اس برائی کو جس کا خیال اس کے دل میں آیا اور اس کا اس نے ارادہ کرلیا، پھر اللہ کی خاطر ترک کر دیا تو وہ ایک نیکی بن جاتی ہے۔ اللہ کی خاطر کسی برائی کو چھوڑ دینا خود اپنی جگہ پر

نیکی ہوتی ہے۔

احادیث بالعموم قرآن مجید کی تشریح ہوتی ہیں، اس کی تفسیر کرتی ہیں اور اس کی باتوں کی تفصیل بیان کرتی ہیں، یا قرآن مجید کے احکام میں اضافہ کرتی ہیں۔ اس حدیث کا مضمون بھی قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی نیکی کر کے آئے گا تو اس کو اس کا دس گنا اَجر دیا جائے گا۔ یہ بات سورۃ الانعام میں کہی گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ میں انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جو آدمی ایک دانہ بھی خرچ کرے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانے میں سات بالیں نکلیں اور ہر ایک میں سو دانے ہوں۔ لہٰذا سات سو گُنا جو اس حدیث میں آیا ہے، وہ قرآن مجید کی کہی ہوئی بات ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ اور پھر وہ جس کے لیے چاہے سات سو سے بھی زیادہ گُنا بڑھاتا ہے۔ جو بات حدیث میں کہی گئی ہے، وہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے اور قرآن مجید کی تشریح ہے جو نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں۔ یہ بات قرآن مجید نے بہت واضح کر دی ہے کہ کسی کا کوئی نیک عمل ضائع نہیں ہوسکتا۔ کسی محنت کرنے والے کی محنت، کسی مزدوری کرنے والے کی مزدوری، کسی نیک عمل کرنے والے کا کوئی نیک عمل ضائع نہیں ہوسکتا۔ اِلّا یہ کہ وہ اس کو اپنے ہاتھوں خود برباد کر دے، خود ہی کنواں کھودے اور اس میں گر جائے اور خود ہی ایسے برے اعمال کرے جو نیکیوں پر غالب آ جائیں۔ وہ اس کا اپنا کام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی کو لازماً لکھا جائے گا، وہ ضائع نہیں ہوتی۔ برائی کو اگر وہ چاہے تو لکھے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ اللہ کے دین کے اندر جو آسانی اور وسعت ہے وہ یہ ہے کہ ہم نیکی کا راستہ اختیار کریں، نیکیاں کریں، برائیوں کے راستے سے رک جائیں اور لازماً ترک کر دیں۔

اس معاملے میں اللہ کا یہ قانون جو نبی کریم ﷺ نے حدیثِ قدسی کے طور پر بیان کیا ہے، بڑا دل کش، دل آویز اور بڑا اہم قانون ہے۔ اس کا ہر جز اپنی جگہ پر قابل غور ہے۔ پہلی بات جو اس کے اندر واضح طور پر نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اصل چیز کسی کام کو کرنے کا

ارادہ ہے۔انسان کو جو طاقت دی گئی ہے، اختیار دیا گیا ہے، وہی اس کا امتحان ہے اور وہ اپنی شخصیت، اپنی ہستی، اپنے قلب، اپنے دماغ جو لفظ بھی آپ استعمال کریں۔۔۔ قرآن مجید نے انسان کے اندر کی جو شخصیت کام کرنے کے فیصلے کرتی ہے اور کام کرتی ہے، اس کے لیے قلب کا لفظ استعمال کیا ہے۔۔۔اس کے ذریعے وہ اس اختیار کو استعمال کرتا ہے۔قرآن نے یہی کہا ہے کہ اصل زندگی قلب کی زندگی ہے، اصل موت قلب کی موت ہے۔ اصل بینائی قلب کی بینائی ہے، اصل اندھا پن قلب کا اندھا پن ہے۔ قیامت کے روز وہی آدمی نجات پائے گا جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ اصل چیز آدمی کا ارادہ اور اختیار ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے پہلے یہی مقصود ہے کہ آدمی ارادہ کرے۔ یہاں اس کے لیے ھَمّ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہمت سے زندگی سدھر سکتی ہے۔ یہ قرآن مجید کے ارشادات کی توضیح ہے۔اللہ نے یوں فرمایا ہے کہ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ○ [بنی اسرائیل ۱۷:۱۹] جس نے آخرت کا ارادہ اور ہمت کرلی کہ مجھے آخرت کمانا ہے اور یہ عزم کرلیا اور پختہ ارادہ ہو گیا اور پھر اس کے لیے کوشش کی، جیسی کوشش کر سکتا ہے، جتنی اس کی استطاعت ہے، جیسا کہ اس کا حق ہے اور ایمان کے ساتھ کی اور اللہ پر بھروسا رکھا، اسی کی خاطر کی، اس کی ساری کوشش کی پوری قدردانی کی جائے گی۔اگر ہم اردو زبان میں لفظی ترجمہ کریں تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرے گا۔عربی زبان میں شکر قدردانی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ کے ہم مشکور ہوئے کہ سعی و کوشش کی پوری قدردانی کی جائے گی، ان کو قبول کیا جائے گا اور ان کا بدلہ دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی نظر میں اصل قوت ارادے کی ہے۔ ہمارے ہاں ارادے کے لیے ایک دوسرا لفظ نیت استعمال ہوتا ہے۔شریعت میں نیت کی بڑی اہمیّت ہے۔آپ سب جانتے ہیں، ہم کو باقاعدہ الفاظ سکھائے جاتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں اس چیز کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے،

پیچھے اس امام کے۔ لیکن بہت سارے فقہا کے نزدیک یہ زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، لیکن دل میں نیت ہونی چاہیے۔ نیت میں ارادے سے زیادہ ایک اور چیز بھی شامل ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کس لیے کر رہا ہوں؟ ایک تو یہ ہے کہ میں اس کام کو کروں گا، یہ تو ارادہ ہے، عزم ہے، ہمت ہے، کوشش کرنے کا فیصلہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ کس لیے کروں گا؟ تو اس میں یہ تاکید ہے کہ آدمی اخلاص سے کرے۔ عمل کی ظاہر شکل وصورت نہیں، اس کے پیچھے جو نیت ہے وہ اصل بات ہے۔ آدمی اللہ کے سامنے مسئول اور جواب دہ ہے۔ وہ اپنے ارادے اور نیت کو دیکھے۔ اصل جواب دہی اسی بات کی ہے کہ ارادہ کس چیز کا کیا اور کس چیز کا نہیں۔ جہاں بھی اس نے نیکی کا پختہ ارادہ کرلیا، پھر کرے یا نہ کرے، تو اس پر ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی گئی۔ اس لیے کہ یہی تو اصل کام ہے کہ اس نے نیکی کا ارادہ کرلیا۔ نیکی کا ارادہ کرے گا تو نیک اعمال بھی ہوں گے، اگر کرے گا تو وہ اور آگے بڑھے گا۔ کس طرح بڑھے گا؟ اس کا قانون بھی بیان ہوگیا ہے لیکن یہ ارادہ کرنا خود ایک نیکی ہے اور اس لیے نیکی کی نیت اور ارادہ آدمی کو کرتے رہنا چاہیے۔ نیک کاموں کا حوصلہ کرنا چاہیے، نیکی کی ہمت کرنا چاہیے، سوچتے رہنا چاہیے کہ میں یہ نیک کام کرلوں، کسی بندے کا کوئی کام کردوں، اس کا قصور معاف کردوں یا پھر نرم بات منہ سے بول دوں۔

زندگی کے جو بھی دائرے ہیں، معاش کمانے کے ہیں، برتاؤ کے ہیں، اپنے نفس کے ہیں، اللہ کی عبادت کے ہیں، اس کی اطاعت کے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ ان سب کے اندر یہی اصول ہے کہ آدمی اپنا ارادہ ہمیشہ کیا کرے کہ جتنی بھی نیکیاں کرسکتے ہیں، کریں گے۔ ھَمَّ سے نکلا ہوا لفظ اردو زبان میں ہمت استعمال ہوتا ہے۔ ہمت کے معنی ارادے اور حوصلے کے ہوتے ہیں۔ ہمت کے معنی ہوتے ہیں کہ ہم اس کے لیے کوشش کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ بڑی ہمت والا آدمی ہے، اس کا بڑا حوصلہ ہے اور یہ بڑے ارادے کرتا ہے اور کاموں کو کرسکتا ہے۔ لہٰذا ھَمَّ یہ ارادہ، یہ فیصلہ اور عزم اپنی جگہ ایک بڑی نیکی ہے۔ ہماری اصل دولت تو اللہ کا دیا ہوا

اختیار ہی ہے اور جواب دہی اسی کے استعمال کی ہے۔ اللہ کے ہاں مسئولیت اسی کی ہے کہ ہم کیا ارادے کرتے ہیں، کیا نہیں کرتے ہیں، کیا کام کرنے کے حوصلے کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں یہی اصل چیز ہے۔

جو چیزیں اختیار سے باہر ہیں، ہمارے ارادے کے اندر نہیں آسکتیں، ارادے سے ہمیں حاصل نہیں ہوسکتیں، وہ دین کے لحاظ سے کتنی ہی اچھی ہوں، آدمی ان کے لیے جواب دہ نہیں ہے۔ یہ بڑا اہم اصول ہے۔ جو لوگ اس کو نہیں جانتے، مایوسی کا شکار اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جو چیز آدمی کے اپنے ارادے اور کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتی، اس چیز کے لیے وہ جواب دہ نہیں ہے، اس کے لیے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اس کے لیے اللہ کے ہاں کوئی پکڑ نہیں ہوگی، مثلاً آپ نماز کا معاملہ لے لیں۔ وضو کرنا، نماز کے لیے کھڑے ہونا، نماز کی نیت باندھنا، نماز کے ارکان ادا کرنا یہ سب ہمارے اختیار میں ہے۔ یہ ہم نہ کریں تو ہم اس کے لیے جواب دہ ہیں۔ لیکن نماز میں دل کی توجہ، ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دل کے اندر تو وسوسے آئیں گے، طرح طرح کے خیالات آسکتے ہیں، ان کے لیے کوئی جواب دہی نہیں ہے۔ دل کو خیالات سے پاک رکھنے کی کوشش نہ کی تو جواب دہی ہوسکتی ہے کہ تم نے کوشش کتنی کی لیکن دل میں خیالات آئیں، اس کی پکڑ نہیں ہے۔ نماز میں خشوع کی کمی ہے تو اضافہ مطلوب ہے لیکن لازمی نہیں۔ دل کی کیفیات ہیں، رونا آگیا، گڑگڑانا ہوگیا، یہ اس لیے مطلوب نہیں کہ اللہ کے ہاں جواب دہی نہیں ہوگی۔ ہاں، حاصل ہو جائے تو اللہ کا لاکھ شکر ہے، نہ حاصل ہو تو کوئی پکڑ اس پر نہیں ہوگی۔

دین کا بڑا بنیادی اصول ہے کہ جو اللہ نے کرنے کو کہا ہے آدمی اس کو کرنے کی نیت کرے، حوصلہ کرے اور اس کو حاصل کرے تو اس طرح اس کو ایک نیکی مل جائے گی۔ پھر وہ اس نیکی کو کر بھی دے تو پھر جتنی اس کی نیت اچھی ہے، جتنا خشوع ہے، جتنا خلوص ہے اس کے لحاظ سے کم از کم دس گُنا اجر تو ہے، اس سے کم تو کسی کا بھی نہیں ہے لیکن سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ، اَضْعَافًا كَثِيْرًا کئی گُنا زیادہ بڑھ سکتا ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اصول سمجھا

جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیز مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ آدمی نیکی کی ہمت کرے، پھر نیکی کا ارادہ کرے، ارادہ ہوگا تو کر بھی دے گا۔ یہ پہلا بڑا اہم اصول اس حدیث کے اندر بیان ہوا ہے۔ یہ بڑی اہم تعلیم ہے اور اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو چیز بس سے باہر ہے، جیسے بھول جائے، خطا ہو، نسیان ہو، وسوسے دل کے اندر آ جائیں، ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہ بات بھی ایک حدیث میں بہت صاف کہہ دی گئی ہے کہ میری اُمت سے بھول چوک، نسیان اور جو کام زبردستی کرائے جائیں، ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ لوگ آ کر بیان کرتے تھے کہ ہم کو یہ وسوسہ آیا، یہ خیال دل میں آیا، ہم کو ایسے خراب خیالات آتے ہیں کہ اگر ہم ان کو زبان پر لائیں تو ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ایمان کی روشنی ہے، اس لیے کہ چور تو اسی جگہ جاتا ہے جہاں مال ہوتا ہے۔ جہاں پر جتنا زیادہ مال ہوتا ہے وہاں پر ڈاکو اتنا زیادہ حملہ کرتا ہے۔ وسوسہ ہی تو شیطان کا ایک اختیار ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اختیار اس کو نہیں دیا گیا ہے۔ وہ ہم سے ہاتھ پکڑ کر کام نہیں کرا سکتا، نہ پاؤں پکڑ کر کسی راستے پر چلا سکتا ہے۔ ایک ہی تو اختیار اس بے چارے کو دیا گیا ہے کہ دل میں یہ خیال ڈال دے یا وہ خیال ڈال دے۔ اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ آدمی کے بس میں نہیں ہے۔

کسی شخص نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ دل میں تو بے شمار خیالات آتے ہیں، کیا کیا جائے؟ فرمایا کہ دل تو ایک سڑک کی طرح ہے، جس پر اچھی گاڑیاں بھی چلیں گی، بری گاڑیاں بھی چلیں گی، گدھے بھی چلیں گے، کتے بھی چلیں گے، یہ تمھارے بس کی بات نہیں۔ تم یہ کوشش کرو کہ اچھے خیالات لاؤ، نیکی کے کام کا حوصلہ لاؤ، نیکی کی بات سوچو، نیکی کے عزائم کرو، بری باتوں کو ذہن سے نکالنے کی طرف توجہ بھی مت دو، اس لیے کہ وسوسہ کوئی محسوس چیز نہیں ہے، مکان کی طرح نہیں ہے۔ یہ تو دل میں خیال ہوتا ہے اور خیال توجہ سے موٹا ہوتا ہے۔ جتنا آدمی اس کو نکالنے پر توجہ دے گا، اتنا ہی وہ خیال مضبوط ہوتا جائے گا۔ توجہ ہی

مت کرو، بلکہ نیکی اور بھلائی کی طرف توجہ کرو۔

دین کے آسان ہونے کے تصور کا یہ پہلا بہت ہی اہم حصّہ ہے۔ پھر اس کی رحمت کا ذکر ہے کہ وہ اس کو دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے۔ اس اُمت کے ساتھ اس کا یہ خاص معاملہ ہے کہ تھوڑے عمل پر اس نے بڑے اَجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مالک نے ایک شخص کو ملازم رکھا۔ صبح سے ظہر تک اس نے کام کیا۔ مزدوری طے کردی، وہ مزدوری دے دی گئی، وہ لوگ چلے گئے۔ ایک دوسرے گروہ کو ملازم رکھا، ظہر سے عصر تک اُنھوں نے بھی اپنا کام پورا کیا۔ جو مزدوری ان سے طے ہوئی تھی، وہ مزدوری ان کو دے دی گئی۔ تیسرے گروہ سے عصر سے مغرب تک کے کام کا معاہدہ کیا۔ ان کی مزدوری پہلے والوں سے زیادہ تھی۔ پھر کہا کہ پہلی مثال عیسائیوں کی، دوسری یہودیوں کی اور تیسری میری اُمت کی ہے۔ پہلے دونوں مزدور آ گئے کہ آپ نے ان کو تھوڑے کام پر زیادہ دیا ہے اور ہم کو زیادہ کام پر ان سے کم۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تم سے جو معاہدہ کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ جتنی بھی مزدوری آپ نے طے کی تھی پوری ادا کردی۔ فرمایا: تو پھر شکایت کا کیا موقع ہے۔ ہمارے ساتھ تو معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں ہزار مہینوں کی برکت رکھ دی ہے اور جو مہینے میں تین دن روزے رکھ لے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ سارے کے سارے اجر اس نے بڑھا کر دیے ہیں۔ آدمی باقاعدہ کرے تو یہ تھوڑے عمل میں اس کی رحمت کا ظہور ہے جو اس اُمت کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرا حصّہ برائی کے متعلّق ہے۔ برائی کے لیے کہا ہے کہ جو برائی کا ارادہ کرے اور پھر نہ کرے تو حدیث کے الفاظ ہیں کہ میں اس کو تو معاف کرتا ہی ہوں، لیکن جب وہ یہ برائی نہیں کرتا تو میں اس کے نامۂ اعمال میں پوری ایک نیکی لکھ لیتا ہوں۔

اعمال دو قسم کے ہیں۔ ایک اعمال بدن کے اعمال ہیں، اور دوسرے اعمال دل کے اعمال ہیں، مثلاً حسد، کینہ، دل کے عمل ہیں۔ جو اعمال دل سے سرزد ہو گئے وہ تو ہو گئے۔ اس میں نیت

کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ حدیث ان اعمال کے بارے میں ہے جو بدن سے کیے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ جب پختہ ارادہ ہو جائے تو وہ گناہ ہو گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر پختہ ارادہ بھی ہو جائے لیکن جب تک آدمی نہ کرے، تب تک وہ گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ چھوڑنے کے بارے میں لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اگر آدمی نے ویسے ہی چھوڑ دیا، بھول چوک ہو گئی، ایک برائی کا ارادہ کیا اور نہیں کر سکا، حالات سازگار نہیں ہوئے، اس لیے نہیں کیا، یا بھول گیا تو اس پر کوئی اَجر نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایک دوسری حدیث میں وضاحت ہو گئی ہے کہ جس نے میری خاطر، میرے اَجر کی توقع میں اور میرے عذاب کے خوف سے اس برائی کو نہیں کیا، تو اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھی جائے گی۔

جو کام جائز اور زندگی کی ضروریات ہیں، ان کو بھی اللہ کے لیے کرنے سے ثواب ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں رات سوتا ہوں اور کچھ حصّہ نماز پڑھتا ہوں۔ جتنی رات میں نماز پڑھتا ہوں، اس کا جتنا مجھے اَجر ملتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مجھے سونے پر بھی اتنا ہی اَجر ملے گا۔ ایک اور حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو، وہ بھی اللہ کے ہاں نیکی لکھی جاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ یہ کام بھی نیکی کا کام ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنی خواہش غلط طریقے سے پوری کرتے تو گناہ لکھا جاتا؟ ہم نے کہا کہ ہاں گناہ لکھا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے اللہ کی ناراضی کے راستے کو چھوڑ دیا تو نیکی لکھی جائے گی۔

آدمی کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، یہ سب جائز اور مباح کام ہیں۔ یہ سارے کام بھی اگر نیک نیتی سے ہوں تو یہ بھی نیکی لکھے جاتے ہیں۔ لیکن برائی کا خیال آ گیا، برائی کا قصد کر لیا، برائی کا ارادہ بھی کر لیا، پھر اللہ کے خوف سے اس کو چھوڑ دیا، تو جس نے اللہ کے خوف سے، اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے ڈر سے اپنے نفس کو برائی سے روک لیا، اس کے لیے جنت کا وعدہ

ہے۔ یہ بات سورۂ رحمٰن میں بھی ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ o [الرحمٰن ۵۵:۴۶] جو اپنے رب کے سامنے ہونے سے ڈرا، اس کے لیے دو جنتوں کا وعدہ ہے۔ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی o [النازعٰت ۷۹:۴۰] اور جس نے اپنے نفس کو بری خواہشات سے روک لیا کہ مجھے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا، برائی کا ارادہ بھی کرلیا، پھر نیت بھی ہوگئی، خیال بھی آ گیا، ہمت بھی کر لی لیکن پھر رک گیا، تو اللہ کے حساب میں یہ ایک نیکی ہوگئی، اور جس نے کرلیا تو پھر اس کی ایک ہی برائی لکھی جائے گی۔ اس سے زیادہ بار کسی پر نہیں ڈالا جائے گا۔

آپ یہ دیکھیں کہ دین کے آسان ہونے کا اور عام لوگوں کے لیے دین پر عمل کرنے کا کتنا سہل اور آسان راستہ ہے، جو مختلف احادیث سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ایسے مطالبات لوگوں سے نہیں کیے گئے ہیں جو وہ پورے نہ کرسکیں۔ اللہ نے اپنی رحمت کا دروازہ وسیع کر دیا ہے۔ حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق کے بعد اپنے عرش کے پاس رحمت کو لکھ کر لگا لیا ہے کہ میں نے اس کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ میں رحمت کا برتاؤ کروں گا اور میری رحمت میرے عذاب کے اوپر غالب آئے گی۔ یہ سارے کے سارے اس کی رحمت کے مظاہر ہیں جو اس نے کام کرنے کے لیے، اپنی طرف بلانے کے لیے راستے کھول دیے ہیں، حوصلے دیے ہیں، ترغیب دی ہے اور آسان بنا دیا ہے۔ آدمی کی اپنی بدبختی اور بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ اس کے بعد بھی وہ اللہ کی نافرمانی کے راستے پر جائے۔

نیکی اور بدی کا یہ قانون جو احادیث میں اور اس حدیثِ قُدسی کے اندر بیان کیا گیا ہے، اتنا اہم قانون ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی چالیس حدیث میں بھی نقل کیا ہے۔ بخاری، مسلم اور سارے محدثین نے اس کو روایت کیا ہے اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کیا ہے اور تھوڑے بہت الفاظ کے فرق سے بھی کیا ہے لیکن سب کا مضمون واحد ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کی جزا اور سزا کے قانون میں بڑی آسانی رکھی ہے، اور سارا

راستہ کھول دیا ہے۔ اب اپنے حوصلے اور ہمت کی اور اپنے ارادے کی بات ہے۔ کسی ایسی بات کی باز پرس اور مواخذہ اللہ کے ہاں نہیں ہے جو آدمی کے اختیار سے باہر ہو۔ جو ارادے سے نہ کرسکتا ہو، اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ جو ارادے سے کرسکتا ہو، صرف اسی کا مواخذہ ہے۔ صرف ارادے پر بھی کوئی مواخذہ نہیں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ نیکی کا ارادہ کیا، نہیں کی، تو ایک نیکی لکھی گئی اور اگر کرلی تو اجر دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک لکھا گیا اور اس سے بھی زیادہ کئی گُنا بڑھا دیا گیا۔ ایک حدیث میں برائی کے حوالے سے ان الفاظ کا اضافہ ضرور ہے کہ جب تک اس کو منہ سے نہیں نکالا، نہیں کیا تو کوئی برائی نہیں لکھی گئی، میں معاف کرتا رہوں گا اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے باوجود اللہ کے خوف سے برائی سے رک گیا تو وہ ایک نیکی لکھی گئی۔ اور کرلیا تو ایک برائی کی ایک سزا سے زیادہ سزا اللہ کے قانون میں نہیں ہے۔

نیکیاں اور برائیاں لکھنے کا یہ پورا قانون اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ یہ میرا قانون ہے جس کے مطابق میں بندوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ اصل چیز نیت اور ارادہ ہے۔ اس کا ایک دل چسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک ہی کام میں دس کاموں کا ارادہ کرے تو دس ثواب اس کو ملتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس کی ایک مثال دی ہے کہ اگر آدمی اعتکاف کرے تو اعتکاف میں نیت کرے کہ میں مسجد میں جارہا ہوں، اس لیے کہ اللہ کے گھر میں جانا بھی ثواب کا کام ہے۔ اعتکاف کی نیت کرے، وہ بھی ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ یہ نیت کرے کہ وہاں پر میں بندوں کی خدمت کروں گا، یہ ایک اور نیت ہوگئی۔ ان کو دین کی تعلیم دوں گا، یہ ایک اور نیت ہوگئی۔ میں یہاں جو برائیاں کرتا ہوں، ان سے اپنے آپ کو بچاؤں گا، یہ ایک اور نیت ہوگئی۔ لوگ میرے شر سے بچیں گے، یہ ایک اور نیت ہوگئی۔ ایک ہی کام میں وہ فہرست بنالے اور دس نیکیوں کی نیت کرے تو یہ نیت اور ارادے ہی اصل چیز ہیں۔ یہی انسان کے دل کا سرچشمہ ہے جس کی صلاح پر پوری زندگی کی صلاح اور جس کے فساد پر پوری زندگی کے فساد کا مدار ہے۔ نیت اور ارادے کا محل و مقام اور مرکز دل ہے۔ دل کے اندر اگر نیکی کی نیت رہے،

نیکی کے حوصلے رہیں ،نیکی کے عزائم رہیں، ان کی فکر میں آدمی لگا رہے، جتنا بھی کر سکے وہ کرلے،اس کا نامۂ اعمال خالی نہیں جائے گا۔ برائی کا خیال آجائے تو اس سے نہ گھبرائے لیکن اس کے پیچھے نہ لگےاوراس کوکرنے سے بچے،اپنے آپ کو بچائے تو پھر بھی نیکی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اللہ کی رحمت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، بڑا وسیع ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس دروازے سے داخل ہوں اوراس کی رحمت سے فائدہ اٹھائیں۔

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے،اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے یوں روایت کی کہ اللہ نے [فرشتوں سے] تمام نیکیاں اور برائیاں لکھوادی ہیں۔پھران کی وضاحت یوں فرمائی:

جس نے کسی نیکی کا دل میں ارادہ کرلیا مگراس پر عمل نہ کرسکا تو اس کے [نامۂ اعمال میں] کامل نیکی کا ثواب لکھ دیا جاتا ہےاوراگر دل میں نیکی کا ارادہ کرنے کے بعداس پر عمل پیرا بھی ہوا تو اس کے [نامۂ اعمال میں] دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہے، بلکہ سات سو سے بھی کہیں زیادہ نیکیوں [کا ثواب لکھ دیتا ہے]۔اوراگرکسی نے ایک برائی کا دل سے ارادہ کرلیا مگراس پرعمل نہیں کیا[کرسکا] اللہ اسے بھی ایک کامل نیکی جتنا ثواب عطا کرتا ہے اوراگر برائی کا ارادہ کرکے اس پرعمل بھی کرگزرے تو اس کے نامۂ اعمال میں محض ایک برائی کا[بدلہ] لکھا جاتا ہے۔[بخاری و مسلم]

❖ ❖ ❖

دعوت وتربیت اور تزکیے کے لیے منشورات کے سیٹ آپ کے ہتھیار

پیغام قرآن سیریز

خرم مراد کے ۱۴ درس قرآن

قرآن کے پیغام کو سمجھنے کے لیے

تربیت کی پہلی منزل' عہد وفا و وفائے عہد' قرآن کا پیغام' دعوت کے نشانِ راہ' شبِ قدر کی عظمت' دورِفتن میں راہِ عمل' عرش کا خزانہ' پاسِ عہد' حُبِ دُنیا اور آخرت' راہِ دعوت کے مراحل' اُمت کا تربیتی نظام' اپنے عہد کو وفا کرو' تزکیہ نفس کس طرح'

جنّت کا سفر

خرم مراد کے ۲۱ درس حدیث

سیرت طیبہ سے رہنمائی کے لیے

شرک سے پاک اللہ کی بندگی' نماز کیسے بہتر بنائیں' دل کی زندگی' غلطیوں کو معاف کرنا' توبہ کا دروازہ کھلا ہے' حب دُنیا' اللہ کی قدرت وعظمت' حسد اور بغض' رزق حلال' قرآن کے عجائب' نیت اور عمل' شکر اور صبر' نیکی اور بدی' دُنیا کی زندگی کی حقیقت' امانت داری' وعدے کی پابندی' حقیقت زُھد' کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا' حج اور قربانی' دین آسان ہے' عدل وانصاف کا قیام'

احیائے اسلام سیٹ

مولانا مودودی کے ۱۲ کتابچے

اسلام کے پیغام کو سمجھنے کے لیے

کلمہ طیبہ کا پیغام' درود اُن ﷺ پر' سلام اُن ﷺ پر' اسلام کیا ہے!' اسلام دور جدید کا مذہب' حکومت: بُرائی یا بھلائی کا سرچشمہ' سوچنے کی بات' طاقت کا سرچشمہ' دین اور خواتین' راہِ خدا میں جہاد' ہم جس طرف بُلاتے ہیں' دعوت دین کی ذمہ داری' کرنے کا کام'

دعوت سیٹ

سید مودودی' میاں طفیل' خرم مراد' یوسف القرضاوی اور دیگر مصنفین کے ۱۰ کتابچے

اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے

عبادات بے اثر کیوں؟' ایک کتاب انقلاب' اللہ کے رسول محمد ﷺ' قدم بڑھایئے تبدیلی لایئے' معاشی پریشانیوں کا حل اسلام' مسلمانو! مسلمان ہوجاؤ' تحریک اسلامی کا کارکن' کارکنوں کے نام' اسلام غالب آئے گا' تہذیب اسلامی کا احیا'

منشورات

منصورہ' ملتان روڈ' لاہور۔ 54790

manshurat@gmail.com

SMS Your Address: 0332-003 4909, 0320-543 4909

بات پہنچانا

کام ہے......... اصل کام!

سنت رسول ﷺ ہے

آپ ﷺ نے بھی بات پہنچائی

[اسی لئے آج ہم مسلمان ہیں]

منشورات کے کتابچے

اچھی باتیں ہیں

بات پہنچانے کے مواقع............ شمار کیجئے

مسجد میں نمازی　　جلسے میں لوگ　　بازار میں دکان دار

گاڑی میں مسافر　　اسکول، کالج، مدرسے میں طلبہ وطالبات

ہسپتال میں مریض　　جیل میں قیدی............

ہر جگہ اللہ کے بندے، اللہ کے پیغام کے منتظر!

ان مواقع سے فائدہ اٹھایئے

ہمارے کتابچے منگوایئے، تقسیم کیجئے

موقع کے لئے مناسب، موثر، خوب صورت اورسستے

تفصیلات کے لئے لکھیں۔

منشورات

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790

manshurat@gmail.com